اراضی عشر و خراج کا شرعی ضابطہ

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی
(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق و اشاعت
Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore
K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149
H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001
Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست راضی عشر وخراج کا شرعی ضابطہ

باسمہ تعالیٰ

اراضی عشر وخراج کا شرعی ضابطہ

عشر وخراج نظامِ اراضی سے متعلق اسلامی احکامات میں سے ہیں، شرعی قانون کے مطابق بعض زمینوں پر عشر لاگو ہوتا ہے اور بعض پر خراج عائد ہوتا ہے، کن زمینوں پر عشر آتا ہے اور کن پر خراج لاگو ہوتا ہے؟ اسی سوال کے جواب کی تفصیل وتوضیح پیش کرنا، اس موقع پر مقصود ہے۔

عشری زمینیں کونسی ہیں

شریعت نے جن زمینوں کو عشری قرار دیا ہے، علماء نے ان کی تفصیل کرتے ہوئے ان کو چار قسموں پر منقسم کیا ہے:

(۱) وہ زمین جس کے رہنے والے سب کے سب مسلمان ہو گئے ہوں، ان کی زمینیں ان ہی کے قبضہ میں رہیں گی اور ان لوگوں کی زمینوں پر عشر آئیگا۔

علامہ موفق بن قدامہ حنبلی نے فرمایا کہ:

" قال ابن المنذر: أجْمَعَ كُلُّ من نحفظ عنه من أهل العلم على أنّ كُلَّ أرض أسْلَمَ أهلُها عليها قبل قهرهم عليها أَنّها لَهم وأن أحكامَهُم أحكامُ المسلمين، وأنّ عليهم فيما زَرَعُوا فيها الزَّكوةَ" . (۱)

(ابن المنذر نے کہا کہ ان تمام اہل علم نے جن سے ہم نے علم محفوظ کیا ہے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ہر وہ زمین جس کے باشندے مغلوب ہونے سے قبل

(۱) المغنی:۵۸۶/۲

ہی اسلام لے آئے وہ زمین ان ہی کی ہوگی اور ان لوگوں کا حکم بھی مسلمانوں کا سا ہوگا اور یہ کہ وہ لوگ اس زمین میں جو بھی زراعت کریں اس میں ان پر زکاۃ یعنی عشر ہے)

علامہ کاسانی نے ''بدائع الصنائع'' میں عشری زمین کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے:" ومنها الأرض التي أسلم عليها أهلها طوعاً "۔(۱)

(۲) وہ زمین جس کو قتال کے بعد فتح کیا گیا اور اس کو مال غنیمت کے قاعدے کے موافق پانچ حصے بنا کر چار حصے مجاہدین کو دیئے گئے اور ایک حصہ بیت المال میں داخل کیا گیا تو یہ زمینیں جو مجاہدین کے قبضہ میں آئیں ہیں، عشری قرار پائیں گی۔

امام ابوعبیدؒ نے ''کتاب الاموال'' میں اس صورت کا ذکر یوں کیا ہے:

" كُلّ أرض أُخِذَتُ عنوةً ، ثمّ إنّ الإمام لم ير أن يجعلها فَيْئاً مَوقُوفاً، ولكنه رأى أن يجعلها غنيمةً فخَمَّسَها وقسَّم أربعةَ أخماسِها بين الذين افتتحُوها خاصةً ــ فهذه أيضاً ملك أيمانهم ليس فيها غيرالعُشر. (۲)

(ہر وہ زمین جسے بذریعہ قتال حاصل کیا گیا، پھر امام المسلمین کی رائے یہ نہیں ہوئی کہ اس کو مال فئی قرار دیں بلکہ ان کی رائے یہ ہوئی کہ اس کو مال غنیمت قرار دیں ،لہذا اس کو پانچ حصے کر کے چار حصے فتح کرنے والے مجاہدین میں تقسیم کردئے ،تو یہ بھی ان کی ہی مملوک ہیں اور ان میں بھی سوائے عشر کے کچھ لازم نہیں)

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ :" كل أرض أسلم أهلها أو فتحت عنوةً و قسمت بين الغانمين فهي أرض عشر لأن الحاجة إلى ابتداء التوظيف على المسلم والعشر أليق به لما فيه من معنى العبادة"۔ (۳)

اسی کو علامہ کاسانی نے اپنے الفاظ میں فرمایا کہ :"ومنها الأرض التي

(۱) بدائع الصنائع:۲/۵۷ (۲) کتاب الاموال لابی عبید:۵۱۴ (۳) ہدایۃ :۵۹۰۲

فتحت عنوةً و قهراً و قسمت بين الغانمين المسلمين لأن الأراضي لا تخلو عن مؤنة :إما العشر وإما الخراج والابتداء بالعشر في أرض المسلم أولى لأن في العشر معنى العبادة "(عشری زمینوں میں سے ایک وہ زمین ہے جسے قہراًو جبراً حاصل کیا گیا ہواور وہ مسلمان غانمین میں تقسیم کردی گئی ہو؛ کیونکہ زمینیں ذمہ داری سے خالی نہیں ہوتیں :ان پر یا تو عشر ہوگا یا خراج ہوگا ،اور مسلمان کی زمین میں ابتداءً عشر لگانا بہتر ہے؛ کیونکہ اس میں عبادت کے معنے ہیں)۔ (۱)

(۳) جو زمین کسی کی ملکیت میں نہ تھی اور نہ زراعت کے قابل تھی ،ملک کے فتح ہونے کے بعد اسلامی حکومت کا سربراہ اس کو کسی مسلمان کو دیدیا تو وہ زمین بھی عشری ہوگی۔

امام ابوعبیدؒ نے عشری زمینوں کی چار قسموں میں سے تیسری قسم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"كل أرض عادية لاربَّ لها و لا عامرَ، أَقْطَعَهَا الإمامُ رَجُلاً إقطاعاً من جزيرة العرب أوغيرها "(ہر وہ قدیم پڑی ہوئی زمین جس کا نہ کوئی مالک ہو اور نہ آباد کرنے والا ،اس کو امام المسلمین نے کسی کو بطور جاگیر دے دیا ہو،خواہ وہ جزیرۂ عرب کی زمین ہو یا کسی اور علاقہ کی)۔(۲)

(۴) جو زمین غیر آباد پڑی ہو،اس کو اگر مسلمان نے قابل زراعت بنالیا،تو وہ زمین بھی عشری ہے۔امام ابوعبید نے لکھا ہے کہ:

" النوع الرابع : كل أرض ميتة، رجل من المسلمين فأحياها بالماء و النبات" (چوتھی قسم وہ بنجر زمین جسے کسی مسلمان نے پانی دے کر اور فصل کے ذریعہ زندہ کیا ہو یعنی کاشت کے قابل بنالیا ہو)۔(۳)

(۱) بدائع الصنائع:۲/۵۷ (۲) کتاب الاموال:۵۱۴ (۳) کتاب الاموال:۵۱۴

(اس میں کچھ تفصیلات ہیں جو آگے چل کر پیش کی جائیں گی)

یہ چار قسم کی زمینیں ہیں، جن پر عشر آتا ہے اور سنت نبوی وآثار صحابہ سے ان اقسام پر عشر کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پہلی قسم کے عشری ہونے کی دلیل

پہلی قسم کی زمین کے عشری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مدینہ منورہ اور یمن کے لوگوں نے جب اسلام قبول کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر عشر کو لازم کیا۔

امام ابو یوسفؒ "کتاب الخراج" میں فرماتے ہیں:

" فكلُّ أرضٍ أَسْلَمَ أهلُها عَليهَا وهي من أرض العَرَب ، أو أرض العَجم فهي لهم ، وهي أرض عشر بمنزلة المدينة حين أسلَمَ عليها أَهلُها وبمنزلة اليمن" (پس ہر وہ زمین جس کے باشندوں نے اسلام قبول کرلیا ہو اور وہ عرب کی زمین ہو یا عجم کی، وہ زمین انہی لوگوں کی ہوگی، اور وہ مدینہ کی اور یمن کی زمین کی طرح عشری زمین ہے، (جس کے باشندے اسلام لے آئے تھے)۔ (۱)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

" وهي أرض عشر بمنزلة المدينة حيث أسلم أهلها مع رسول الله ﷺ وكانت أرضهم أرض عشر وكذلك الطائف والنجران" (وہ مدینہ کی زمین کی طرح عشری زمین ہے جس کے باشندوں نے اس پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام قبول کرلیا، اور ان کی زمین عشری قرار دی گئی تھی، اسی طرح طائف اور نجران کی زمین)۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ، طائف، یمن وغیرہ کی زمینوں کو رسول اللہ ﷺ

---

(۱) کتاب الخراج لابی یوسفؒ: ۵۷ (۲) الخراج: ۶۸

نے عشری قرار دیا تھا اور یہاں کے لوگ مسلمان ہو گئے تھے، امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور امام احمد نے اپنے مسند میں حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ:

" بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْبَحْرَيْنِ أَوْ إِلَى هَجَرَ، فَكُنْتُ آتِي الْحَائِطَ يَكُوْنُ بَيْنَ الْإِخْوَةِ يُسْلِمُ أَحَدُهُمْ ، فَآخُذُ مِنَ الْمُسْلِمِ الْعُشْرَ وَمِنَ الْمُشْرِكِ الْخِرَاجَ ". (حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بحرین یا ہجر کی طرف بھیجا، چنانچہ میں ایک باغ میں آیا کرتا تھا، جو چند بھائیوں کے درمیان مشترک تھا، جن میں سے ایک مسلمان ہو گیا تھا، میں وہاں مسلمان سے عشر اور مشرک سے خراج وصول کرتا تھا۔ (۱)

یہ بحرین و ہجر کے مقامات بغیر قتال کے مفتوح ہوئے تھے اور وہاں کے لوگ بخوشی مسلمان ہو گئے تھے، ان سے حضرت علاء عشر وصول کرتے تھے اور جو مشرک ہی باقی رہے ان سے خراج وصول کیا جاتا تھا۔

اس اصول سے صرف مکہ مکرمہ کی زمین کو مستثنی قرار دیا گیا، اور آپ ﷺ نے اس کو قتال و جنگ سے فتح کرنے کے باوجود "حرم مکہ" کے تقدس و حرمت کے پیش نظر، اس کے باشندوں کے اموال کو نہ مال غنیمت قرار دیا اور نہ اس کی زمین پر خراج لاگو فرمایا۔

امام ابو عبید نے اسی کو ان الفاظ میں لکھا ہے کہ: " كل أرض أسلم عليها أهلها فهم مالكون لرقابها كالمدينة والطائف واليمن والبحرين، وكذلك مكة إلا أنها كانت افتتحت بعد القتال ولكن رسول اللّٰه ﷺ أقر من عليهم ولم يتعرض في أنفسهم ولم يغتنم أموالهم"۔ (۲)

(۱) ابن ماجہ: ۱۸۲۱، مسند احمد: ۱۹۶۲۲ (۲) کتاب الاموال: ۶۱۵

دوسری قسم کے عشری ہونے کی دلیل

اور دوسری قسم کی زمین یعنی جو قتال کے ذریعہ مفتوح ہوئی اور مال غنیمت کے اصول کے مطابق پانچ حصوں میں تقسیم کرکے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کئے گئے، توان چار حصوں پر جو مجاہدین کی ملک ہیں، عشر آتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو اسی طرح تقسیم فرمایا اور مجاہدین کی اراضی پر عشر لازم قرار دیا تھا۔(۱)

ایک اور جگہ امام ابوعبید فرماتے ہیں:" أن رسول اللّٰه ﷺ افتتح خيبرَ عنوةً بعد القتال، وكانت مما افاء اللّٰه على رسوله فخمّسها رسول اللّٰه ﷺ و قسّمها بين المسلمين"(رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو جنگ کے بعد قہراً فتح کیا تھا اور اس کو پانچ حصوں میں کرکے مسلمانوں کے مابین تقسیم فرمایا تھا)۔(۲)

خیبر کی زمینوں کا مسئلہ خود اللہ کے رسول نے طے فرمایا تھا اور اس میں آپ نے یہی کیا تھا کہ اولاً اس کا خمس نکالا اور بیت المال میں داخل کیا اور بقیہ کو چھتیس (۳۶) حصوں میں کرکے اٹھارہ حصے تو مجاہدین میں تقسیم فرمادئے اور اٹھارہ حصے سیاسی وملی مقاصد کے لئے محفوظ فرمادئے۔

امام احمد وامام ابوداؤد نے اس سلسلہ میں متعدد طرق سے حضرت بشیر بن یسار تابعی سے روایات جمع کی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے متعدد صحابہ کے حوالے سے بیان کیا کہ:" أن رسول اللّٰه ﷺ لما ظهر على خيبر قسمها على ستة و ثلاثين سهماً جمعَ ، كل سهم مائة سهم فكان لرسول الله ﷺ و للمسلمين النصف من ذلك ،عزل النصف الباقي لمن نزل به من الوفود والأمور و نوائب الناس"۔(۳)

(۱) کتاب الاموال:۵۱۳ (۲) کتاب الاموال:۷۰ (۳) مسند احمد:۱۵۷۲۱، ابو

علماء کا اختلاف

یہاں علماء وفقہاء کا اختلاف ہے کہ جن زمینوں کو جبراً وقہراً مفتوح کیا گیا ان کا حکم کیا ہے؟ اکثر علماء وفقہاء نے کہا کہ امام المسلمین کو اس زمین کے بارے میں اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے اور مصالح کا تقاضا ہو تو ان زمینوں کو خیبر کی زمین کی طرح مال غنیمت قرار دے اور اس کا خمس نکال کر بیت المال میں داخل کر دے اور بقیہ ۵/۴ حصے فاتحین میں تقسیم کر دے، اور اگر اس کے خیال میں یہ مناسب نہ ہو اور وہ چاہے تو ان زمینوں کو فیئ قرار دیکر سابق مالکان ہی کی ملکیت پر ان کو برقرار رکھے۔

امام ابوعبید نے اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:" و أخذت عنوةً فهي التي اختلف فيها المسلمون ، فقال بعضهم :سبيلُها سبيلُ الغنيمة، فتُخَمَّسُ و تُقَسَّمُ ، فيكون أربعةُ أخماسها خططاً بين الذين افتتحوها خاصةً ، و يكون الخُمس الباقي لمن سَمَّى الله تبارك و تعالى، وقال بعضهم : بل حكمها النظر فيها إلى الإمام .... إن رأى أن يجعلها غنيمةً فيُخمِّسُها كما فعل رسول الله ﷺ بخيبر فذلك له ، وإن رأى أن يجعلها فيئاً فلا يخمسها ولا يقسمها ولكن تكون موقوفةً على المسلمين عامةً ما بقوا كما صنع عمر بالسواد۔(۱)

مگر اس کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرات صحابہ کے ایک جلیل الشان مجمع کے سامنے فرما دیا تھا، واقعہ یہ ہے کہ جب سنہ ۱۶ ہجری میں عراق کا وہ زرخیز علاقہ فتح ہوا جس کو عرب لوگ ''سواد عراق'' کہا کرتے تھے تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر عراق حضرت سعد بن ابی وقاص کو ان کے خط کے جواب میں لکھا کہ:

(۱) کتاب الاموال:۶۹

" أما بعد: فقد بلغني كتابُك تذكر فيه أن الناس سألوك أن تقسم بينهم مغانمهم ، وما أفاء اللّٰه عليهم ـ فإذا أتاك كتابي هذا فانظر ما أجلب الناس عليك به إلى العسكر من كراع و مال فأقسمه بين من حضر من المسلمين واترك الأرضين والأنهار لعُمّالها ليكون ذلك في أعطيات المسلمين ، فإنك إن قسمتها بين من حضر لم يكن لمن بعدهم شیء"۔ (۱)

اما بعد: مجھے تمہارا خط پہنچا، جس میں تم نے ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے تم سے مال غنیمت اور جو کچھ اللہ نے جائیداد عطا کی ہے اس کو تقسیم کرنے کا سوال کیا ہے؟ تو جب میرا خط تم کو پہنچے تو دیکھو کہ جو جانور اور مال وسامان لوگوں نے دشمنوں سے چھین کر تمہارے پاس لا کر جمع کیا ہے اسے ان کے مابین تقسیم کر دو اور جو زمینیں اور نہریں وغیرہ قبضہ میں آئیں ان کو ان کے عمال کے ہاتھوں میں رہنے دو؛ تا کہ وہ عامۃ المسلمین کے فائدہ کے لئے رہیں؛ کیونکہ اگر تم نے اس کو بھی تقسیم کر دیا تو بعد میں آنے والوں کے لئے کچھ نہ رہے گا۔

مگر اس مسئلہ میں اصحاب نبی نے اختلاف کیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت بلال کی رائے یہ تھی کہ جس طرح اللہ کے نبی علیہ السلام نے خیبر کی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم فرمایا تھا اسی طرح یہاں بھی کیا جائے ، اور اس سلسلہ میں بحث نے طول کھینچا اور حضرت عمر سے بعض صحابہ نے یہاں تک فرمایا کہ: " أتقف ما أفاء اللّٰه علينا بأسيافنا على قوم لم يحضروا ولم يشهدوا ولأبناء أبنائهم ولم يحضروا ؟(کیا آپ ان زمینوں وغیرہ کو جو اللہ تعالے نے ہمیں ہماری تلواروں کی وجہ سے دی ہیں ان کو ایسی قوم کو دینا چاہتے ہیں جو ہمارے ساتھ

(۱) کتاب الخراج لابی یوسف: ۲۵-۲۶

شرک نہیں تھی اور ان کے اولاد کی اولاد کو دینا چاہتے ہیں جبکہ وہ حاضر نہیں تھے)۔(۱)

الغرض جب مسئلہ نے طول کھینچا تو لوگوں نے کہا کہ عام صحابہ سے مشورہ لے لیں، آپ نے مہاجرین اولین سے مشورہ کیا تو ان میں بھی اختلاف ہو گیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تو یہ فرماتے تھے کہ ان کو تقسیم کیا جائے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی رائے حضرت عمر کے موافق تھی، پھر آپ نے دس انصاری صحابہ پانچ قبیلۂ اوس کے اور پانچ قبیلۂ خزرج کے بلائے اور جب وہ جمع ہوئے تو اولاً اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر ایک تمہیدی بات فرمائی کہ:

''میں نے تم لوگوں کو اسی لئے جمع کیا ہے کہ میں نے تمہارے امور کی جو ذمہ داری اٹھائی ہے اس میں تم لوگ میرا ساتھ دو، اس لئے کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں، آج تم کو ایک حق کا اقرار کرنا ہے، خواہ کوئی میری مخالفت کرے یا کوئی میری موافقت کرے، میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میری خواہش کا اتباع کرو، تم لوگوں کے ہاتھ میں کتاب اللہ موجود ہے جو حق بات کو واضح کردے گی، میں جو کچھ کہوں گا اس کا مقصد اظہار حق ہوگا۔''

اس کے بعد آپ نے ایک مدلل تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جو لوگ سواد عراق کی زمینوں کے تقسیم کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ میں ان کے حقوق کو چھین کر ظلم کر رہا ہوں، میں ظلم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اور اگر میں نے ایسا کیا تو یہ میری بدبختی ہوگی، ہاں میں اس میں ایک رائے رکھتا ہوں، وہ یہ کہ اگر میں نے کسریٰ کی اس زمین کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا تو آئندہ کوئی علاقہ مفتوح نہ ہو سکے گا، لہٰذا ان زمینوں کو ان کے مالکین کے ہاتھوں میں رہنے دیا جائے اور

---

(۱) الخراج لابی یوسف:۲۶

ان کے اوپر خراج وجزیہ عائد کیا جائے اور اس سے جو آمدنی ہو اس سے فوجیوں اور معصوم بچوں اور آئندہ آنے والی نسلوں سب کو فائدہ پہنچایا جائے۔

کیا آپ حضرات نے اس پر غور کیا کہ اسلامی مملکت کی سرحدوں کے لئے مستقل فوج کی ضرورت ہے جو وہاں ہر وقت رہے، اسی طرح کیا آپ نے سوچا کہ اسلامی مملکت کے بڑے بڑے خطے اور شہر جیسے جزیرہ، شام کوفہ بصرہ ومصر کی حفاظت کے لئے بھی مستقل فوج کی ضرورت ہے، اگر میں اس زمین کو اس کے مالکوں سمیت فوجیوں میں تقسیم کردوں تو اتنی بڑی فوج کا خرچہ کہاں سے پورا کیا جائے گا؟

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ:

''میں نے جو بھی فیصلہ کیا ہے وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ کتاب اللہ کی روشنی میں کیا ہے''، پھر آپ نے اس پر سورۂ حشر کی آیات کا حوالہ دیا۔ وہ آیات یہ ہیں:

﴿ وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ ،وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الحشر:٦]

﴿وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْلَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ، وَاتَّقُوْا اللّٰهَ ،إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الحشر :٧]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے سارے صحابہ نے اتفاق کیا، اور اسی پر عمل درآمد کیا جاتا رہا۔(١)

اب رہا یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خیبر کی زمینوں کو پھر کیوں تقسیم کیا؟ اس کا

(١) دیکھو: کتاب الخراج لابی یوسف:٢٦-٢٩

جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ زمین اسی لئے تقسیم فرمائی کہ آپ کو اس کا اختیار تھا، اسی اختیار کی بنیاد پر آپ نے تقسیم کیا، جس طرح خیبر کے علاوہ دوسری زمینوں کو آپ نے تقسیم نہیں کیا، چنانچہ امام ابو یوسف کہتے ہیں:

" وقد ترك رسول اللّٰه ﷺ من القرى ما لم يقسم وقد ظهر على مكة عنوةً و فيها أموال ، فلم يقسمها، وظهر على قريظة و النضير وعلى غير دار من دور العرب فلم يقسم شيئاً من الأرض غيرَ خيبر ، فلذلك كان الإمام بالخيار إن قسّم كما قسّم رسول اللّٰه ﷺ فحسن ، وإن ترك كما ترك رسول اللّٰه ﷺ غير خيبر فحسن ۔ (۱)

تیسری قسم کے عشری ہونے کی دلیل

اور جس زمین کو امیر المومنین نے کسی کو عطیہ دیدیا، جبکہ وہ زمین کسی کی ملک نہیں تھی، تو اس پر عشر لاگو ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں نے جب حمص کو فتح کیا تو وہ نہر اربد پر جمع ہوئے اور وہاں کی زمین کو قابل بنالیا اور اسکو حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما نے نافذ فرمایا، اوراس پر خراج نہیں لیا جاتا تھا، بلکہ عشر لاگو کیا گیا تھا، اسی طرح حمص کے بعض اور حصے بھی لشکریوں کو ان کی درخواست پر دیئے گئے، اوران پر عشر ادا کیا جاتا تھا۔

علامہ ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ

''ابن عائذ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ سلیمان بن عتبہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین عبداللہ بن محمد (میرا خیال ہے کہ ان سے مراد خلیفہ منصور ہیں) نے ان سے ان زمینوں کے سبب کے بارے میں سوال کیا جو صحابہ کی اولاد کے قبضہ میں ہیں جو یہ ذکر کرتے ہیں کہ یہ بہت پہلے ان کے آباء کو عطیہ

(۱) الخراج لابی یوسف: ۴۷

دی گئی ہیں؟ سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جب اللہ نے مسلمانوں کو بلاد شام پر غلبہ عطا کیا اور انہوں نے اہل دمشق و اہل حمص سے مصالحت کی تو پوری طرح غلبہ حاصل ہونے سے قبل ان شہروں میں داخل ہونے کو برا سمجھا اور نہرِ بَرَدی کی چراگاہ میں جو ''مزہ'' اور ''شعبان'' نامی چراگاہ کے درمیان نہر بَرَدی کے دونوں جانب واقع ہے اور جو دمشق اور اس کے قریہ جات والوں کے لئے مباح و جائز تھی جس کا کوئی مالک نہیں، وہاں قیام کیا، حتی کہ اللہ نے ان کے ہاتھوں وہاں کے مشرکین کو ذلیل کیا، پس ان اہل اسلام میں سے ایک ایک جماعت نے ایک ایک محلّہ آباد کیا، حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس کو نافذ کر دیا، پھر حضرت عثمان نے بھی اس کو نافذ رکھا''۔ (۱)

پھر ایک دوسری روایت میں حضرت اُحوص بن حکیم سے بھی اسی کے مانند نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ ان زمینوں پر خراج نہیں بلکہ عشر دیا جاتا تھا۔ (۲)

چوتھی قسم کے عشری ہونے کی دلیل و تفصیل

چوتھی قسم کی زمین، یعنی جو زمین غیر آباد پڑی ہو اور اس کو کسی مسلمان نے قابل زراعت بنالیا تو اس میں کچھ تفصیل ہے:

درمختار میں ہے: " ولو أحياه مسلم اعتبر قربه ، ما قارب الشيء يعطى حكمه"، اس کی شرح میں علامہ شامی نے لکھا ہے کہ : أي قرب ما أحياه، إن كان إلى ارض الخراج أقربَ كا نت خراجية ، وإن كان إلى العشر أقرب فعشرية ، وإن كانت بينهما فعشرية مراعاة لجانب المسلم عند أبي يوسف ، واعتبر محمد الماء فإن أحيا ها بماء الخراج فخراجية،

(۱) المغنی لابن قدامہ: ۵۸۴/۲ (۲) المغنی لابن قدامہ: ۵۸۴/۲

وإلا فعشرية " (۱)

اور علامہ کاسانی نے ''البدائع'' میں لکھا ہے کہ:

فإن أحياها مسلم قال أبو يوسف :إن كانت من حيز أرض العشر فهي عشرية وإن كانت من حيز أرض الخراج فهي خراجية ،وقال محمد: إن أحياها بماء العشر فهي عشرية وإن أحياها بماء الخراج فهي خراجية ـ وإن أحياها ذمي فهي خراجية كيف ما كان بالإجماع ـ (۲)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین جس کو مسلمان آباد کرلے، اگر اسکے قرب وجوار کی زمینیں عشری ہوں تو وہ بھی عشری ہوگی، اور اگر اس کے قرب وجوار کی زمینیں خراجی ہیں تو یہ بھی خراجی قرار دی جائے گی، اور اگر قرب وجوار میں دونوں قسم کی زمینیں ہیں تو اس زمین کو عشری قرار دیا جائے گا۔

اور امام محمد کے نزدیک مذکورہ بالا زمین کے عشری یا خراجی ہونے کا مدار اسکو دیئے جانے والے پانی پر ہے، اگر عشری پانی سے اس زمین کو سیراب کیا جاتا ہے تو وہ عشری ہے، اور اگر خراجی پانی دیا جاتا ہے تو وہ بھی خراجی ہوگی۔

علماء احناف نے ان دونوں قولوں میں سے امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے۔

امام محمد کے قول کے مطابق ایسی زمین کے عشری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بصرہ کو صحابہ نے عشری زمین قرار دیا، حالانکہ اس کے قرب وجوار میں عراق کی خراجی زمینیں ہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ عشری پانی سے سیراب کی جاتی تھی۔

چنانچہ یحیی بن آدم نے کہا ہے کہ: وقدقال بعض أصحابنا في أرض البصرة : أرضها أرض عشر ؛ لأنها استخرجت من أنهار الخراج لأن البطائح

(۱) شامی علی الدر:۱۸۴/۴ (۲) بدائع:۲۸۵/۵، وراجع:۵۸/۲ أيضاً

تقطع مابينها وبين دجلة ، وشربها من البطائح ومن البحر، والبطائح والبحر ليسا من أنهار الخراج .(۱)

اور امام ابو یوسف کے قول کے مطابق بصرہ کو اگر چہ خراجی زمین قرار دینا چاہئے؛ کیونکہ وہ خراجی زمینوں کے قرب و جوار میں ہے، تاہم اجماع صحابہ کے پیش نظر وہ بھی اسکو خلاف قیاس عشری ہی قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ امام ابو یوسف نے خود فرمایا کہ :"وأما أرض البصرة ، و خراسان فإنها عندي بمنزلة السواد ، ما افْتُتِحَ من ذلك عنوةً فهو أرض خراج ، وما صُولِحَ عليه أهله فعلى ما صولحوا عليه ولا يزاد عليهم ، وما اسلم عليه أهله فهو عشر ۔ ولستُ أفرق بين السواد و بين هذه في شيء من أمرها، ولكن جرت عليها سنة و مضى ذلك مَنْ كان من الخلفاء، فرأيتُ أن نقرّها على حالها، وذلك الأمر وعليه العمل۔(۲)

اس میں امام ابو یوسف نے اپنا اصل ضابطہ بیان کرنے کے بعد جو یہ فرمایا کہ:"لیکن اس میں ایک سنت جاری ہے اور اس کو خلفاء نے جاری کیا" اس میں اسی بات کی جانب اشارہ ہے۔

خراجی زمین کا ضابطہ

اوپر عشری زمینوں کا اصول وضابطہ پیش کیا گیا تھا، اب خراجی زمینوں کا اصول وضابطہ بیان کیا جاتا ہے۔جس طرح عشری زمینوں کی چار قسمیں تھیں اسی طرح خراجی زمین کی بھی چار قسمیں ہیں:

(۱) جس ملک کو مسلمان صلح کے ساتھ فتح کریں، اس کی شرائط صلح میں اگر

(۱) الخراج ليحيى ابن آدم-بحوالہ اعلاء السنن:۱۲/۳۷۸ (۲) الخراج:۶۴-۶۵

یہ بات ہو کہ اس کی زمینیں بدستور انہی غیر مسلم لوگوں کی ملکیت میں رہیں گی، تو اس شرط کے مطابق یہ زمینیں وہاں کے غیر مسلم باشندوں کی ملک ہونگی، اوران پر خراج عائد ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: " أيما قوم من أهل الشرك صالحهم الإمام على أن ينزلوا على الحكم ، والقسم، وأن يؤدوا الخراج ، فهم أهل ذمّة وأرضهم أرض خراج "۔ (۱)

بدائع میں ہے کہ: "وكذا إذا منّ عليهم و صالحهم من جماجمهم وأراضيهم على وظيفة معلومة من الدراهم والدنانير أو نحو ذلك ، فهي خراجية" ۔ (۲)

(۲) جس ملک کو بعد قتال فتح کیا گیا، اگر اس کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم نہیں کی گئیں، اور امیر المومنین نے اسی کو مصلحت خیال کیا کہ یہاں کی زمینیں بدستور انہی کفار کی ملکیت میں رہیں تو یہ زمینیں بھی خراجی ہونگی۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں: " أيما أرض افتتحها الإمام عنوةً ـــــ وإن لم يرقسمتها ورأى الصلاح في إقرارها في أيدي أهلها، كما فعل عمر بن الخطاب في السواد ، فلهُ ذلك وهي أرض خراج ، وليس لهُ أن ياخذها بعد ذلك منهم الخ " . (۳)

(۳) جس غیر آباد زمین کو باذنِ امام غیر مسلم آباد کرلیں اور قابل کاشت بنالیں وہ زمین بھی خراجی ہوگی۔ (۴)

(۱) الخراج لابی یوسف:۶۸ (۲) بدائع الصنائع:۵۸/۲ (۳) الخراج لابی یوسف:۶۸
(۴) بدائع:۵۸/۲، شامی:۱۸۴/۴

(۴) وہ زمین جو مسلمان آباد کرلیں، امام ابو یوسفؒ کے مطابق اگر وہ خراجی زمینوں کے قرب میں ہوتو وہ خراجی ہوگی، اور امام محمد کے مطابق وہ اگر خراجی پانی سے سیراب ہوتی ہے تو خراجی ہوگی۔(۱)

دلائل کی طرف

۱- خراجی زمینوں کی پہلی قسم پر دلیل یہ ہے کہ خراج کا وظیفہ کفار کے ساتھ مخصوص ہے، لہذا جب امیر نے شرط کے مطابق انکی زمین انکی ملکیت میں رہنے دیا تو اس کے لائق یہی ہے کہ خراج عائد کیا جائے۔

''صاحبِ ہدایہ'' لکھتے ہیں کہ :"وكذا إذا صالحهم ؛ لأن الحاجة الى إبتداء التوظيف على الكافر والخراج أليق به ". (۲)

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ "**صَالَحَ رسولُ اللّٰه ﷺ أهلَ نجران على ألفَيْ حُلّة: النصفُ في صفر والبقيةُ في رجب ، يَؤدُّونَها إلى المسلمين ، وعاريةِ ثلاثين درعاً، و ثلاثين فرساً ، و ثلاثين بعيراً ، و ثلاثين من كل صنف من أصناف السلاح ، يغزون بها ، والمسلمون ضامنون لها حتى يردّوُها عليهم الخ.** (۳)

(رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے اس بات پر مصالحت فرمائی کہ وہ مسلمانوں کو سالانہ دو ہزار جوڑے کپڑے دیا کریں گے، نصف ماہ صفر میں اور بقیہ نصف رجب میں ادا کریں گے، اور اس بات پر کہ تیس درعیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر قسم کے ہتھیارات میں سے تیس تیس عاریۃً دیا کریں گے اور مسلمان ان کو واپس کرنے تک ان کے ضامن ہوں گے)

(۱) شامی:۱۸۴/۴، بدائع:۵۸/۲ (۲) ہدایہ:۵۹۱/۲ (۳) سنن ابوداؤد: حدیث نمبر:۲۶۴۴

اور اہل نجران کو رسول اللہ ﷺ نے اس مصالحت کی جو تحریر دی تھی اس کو محمد بن اسحاق کے حوالے سے امام ابو یوسف نے ''الخراج'' میں مکمل ذکر کیا ہے۔(۱)

۲- اور دوسری قسم کی زمین جس کو بعد قتال کے فتح کیا گیا ہو تو کفار کے قبضہ میں جو زمینیں دی جائیں وہ خراجی ہوتی ہیں؛ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق، مصر، شام کی زمینوں پر خراج ہی عائد کیا تھا۔ چند روایات پیش کرتا ہوں:

(۱) حضرت سفیان بن وھب خولانی صحابی فرماتے ہیں کہ جب مصر بغیر صلح وعہد کے فتح ہوا تو حضرت زبیر کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے عمرو بن العاص! اس زمین کو تقسیم کردو، حضرت عمرو نے کہا کہ میں اس کو تقسیم نہیں کروں گا، حضرت زبیر نے کہا کہ آپ اسے ضرور تقسیم کریں گے جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو تقسیم کیا تھا، حضرت عمرو نے کہا کہ میں جب تک حضرت امیر المومنین کو خط نہیں لکھوں گا تقسیم نہیں کروں گا، چنانچہ آپ نے حضرت عمر کو خط لکھا تو حضرت عمر نے جواب دیا کہ '' **دعها حتى يغزو منها حبل الحبلة** ''(اس زمین کو رہنے دو تا کہ اس سے بعد کے مسلمان نسلاً بعد نسل نفع اٹھاتے رہیں)۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ مصر کی زمین جو کہ عنوۃً وقہراً فتح کی گئی تھی، اسے تقسیم نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ سواد عراق کی زمینوں کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا، لہٰذا جب ان زمینوں کو انہیں کفار کے ہاتھ رہنے دیا گیا تو لازماً ان پر خراج عائد ہوگا۔

(۲) محمد بن اسحاق نے امام زہری سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر نے خراسان اور سندھ کے علاوہ پورا عراق فتح کیا اور پورا شام اور مصر فتح کیا، سوائے افریقہ کے کہ اسے ہم نے حضرت عثمان کے زمانے میں فتح کیا، نیز حضرت عمر نے سواد واہواز کو فتح کیا اور مسلمانوں نے اشارہ دیا کہ ان ملکوں کو تقسیم

(۱) دیکھو الخراج لابی یوسف: ۷۷-۷۸ (۲) کتاب الاموال: ۵۸

کیا جائے ،مگر آپ نے یہ فرمایا کہ:فما یکون لمن جاء من المسلمین ؟ (کہ جو مسلمان بعد میں آئیں گے ان کے لئے کیا بچے گا) اور آپ نے ان زمینوں کو ان کے مالکوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا اور ان پر جزیہ مقرر کیا اور زمین سے خراج وصول کیا۔(۱)

(۳) ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے مصر کو عنوۃً فتح کیا اور اس کی املاک واموال کو مباح قرار دیا، پھر وہاں کے لوگوں سے جزیہ پر صلح کی اور ان کی زمینوں پر خراج عائد کیا اور حضرت عمر کو یہ سب خط میں لکھ کر روانہ کیا ،ایک روایت میں ہے کہ وہ ضرورت کے بقدر رکھ کر اہل مصر کا جزیہ وخراج حضرت عمر کے پاس بھیجا کرتے تھے۔(۲)

(۴) حضرت ابراہیم التیمی نے کہا کہ جب مسلمانوں نے سواد عراق فتح کیا تو لوگوں نے حضرت عمر سے کہا کہ اس کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے ؛ کیونکہ یہ ہم نے قہراً فتح کیا ہے ،مگر حضرت عمر نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ پھر جو مسلمان بعد میں آئیں گے ان کے لئے کیا ہوگا ؟ پھر آپ نے ان زمینوں کو اہل سواد ہی میں بر قرار رکھا اور ان لوگوں پر جزیہ مقرر کیا اور ان کی زمینوں پر طسق (یعنی خراج) مقرر کیا اور انہیں تقسیم نہیں کیا۔(۳)

ان روایات سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ چونکہ سواد عراق عنوۃً فتح ہوا ہے اس لئے حضرت عمر نے اس کی زمینوں کو تقسیم نہیں کیا بلکہ انہیں ان کفار ہی کے پاس رہنے دیا اور ان پر خراج عائد فرمایا۔

ہم نے یہاں اس سلسلہ کی چند روایات کا ذکر کیا ہے ،تفصیل کے لئے

---

(۱) الخراج لابی یوسف:۳۳ (۲) نصب الرایہ:۳/۴۳۸،الدرایہ:۲/۱۳۰،عون المعبود:۸/۱۹۷، فتح القدیر:۶/۳۲ (۳) الاموال:۵۷

"الخراج لأبی یوسف" اور "الأموال لأبي عبيد" وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

۳- جس زمین کو غیر مسلم آباد کرلیں وہ بھی خراجی ہوگی؛ کیونکہ غیر مسلم پر عشر نہیں ہوتا اور اس مسئلہ پر علماء کا اجماع ہے۔علامہ کاسانی فرماتے ہیں: " **فإن أحياها ذمي فهي خراجية كيف ما كان بالإجماع**". (۱)

اور قیاس بھی یہی کہتا ہے؛ کیونکہ عشر ایک عبادت ہے،اس لئے وہ کفار کے مناسب حال نہیں ہے،لہذا لامحالہ کفار پر خراج عائد ہوگا، کیونکہ زمین پر عشر نہیں ہے تو خراج ضرور لازم آئے گا۔

۴- چوتھی قسم کی زمین کے خراجی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اہل بصرہ میں سے ایک ثقفی جنہیں نافع ابوعبداللہ کہا جاتا تھا،انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: " إن قِبَلنا أرضاً بالبصرة ، ليست من أرض الخراج، ولا تضر بأحد من المسلمين ،فإن رأيتَ أن تقطعنيها أتّخذ فيها قصباً لخيلي فافعل"(کہ ہمارے قریب ایک زمین بصرہ میں ہے جو خراجی نہیں، اگر آپ کی رائے ہو تو یہ مجھے عنایت فرمادیں،تاکہ میں اپنے گھوڑوں کے لیے چراگاہ بنالوں)،آپ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "اگر یہ شخص جس طرح کہتا ہے وہ صحیح ہے تو اس زمین کا حصہ اسکو دیدیں"۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے ابوموسی اشعری کو لکھا کہ:" أن أبا عبد الله سألني أرضاً على شاطئ دجلة ، فإن لم تكن أرض جزية ولا أرضاً يجرى إليها ماء جزية فأعطها إياه"(**یعنی ابوعبداللہ** نے مجھ سے دجلہ کے کنارے ایک زمین مانگی ہے،اگر وہ جزیہ کی زمین نہ ہو

(۱) بدائع:۵/۲۸۵

اور نہ ایسی زمین ہو جس میں جزیہ کا پانی جاری ہوتا ہو تو وہ ان کو دیدیں)۔(۱)

اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ جملے بتاتے ہیں کہ پانی کے عشری یا خراجی ہونے کا بھی اثر و اعتبار ہے، ورنہ " **ولا أرضاً يجري إليها ماء جزية**" کہنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی زمین کو خراجی پانی دیا جاتا ہے تو وہ زمین خراجی ہوگی۔ یہ دلیل امام محمدؒ کے قول کے مطابق ہے۔(واللہ تعالی أعلم وعلمه أتم وأحكم)

امام ابو یوسفؒ و محمدؒ کے اختلاف کی تفصیل

یہاں یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ اس چوتھی صورت میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ یہ آباد کردہ زمین خراجی یا عشری زمینوں کے حیز و قرب میں ہو، اس صورت میں امام ابو یوسفؒ قرب کا اعتبار کرتے ہوئے آباد کردہ زمین پر عشری ہونے کا (جبکہ وہ عشری زمینوں کے قرب میں ہو) اور خراجی ہونے کا (جبکہ خراجی زمینوں کے پاس ہو) حکم لگاتے ہیں، اور امام محمد عشری یا خراجی پانی کا اعتبار کرتے ہوئے حکم لگاتے ہیں۔

لیکن اگر نئی آباد کردہ زمین عشری یا خراجی زمینوں کے قرب میں نہ ہو تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں کا مسلک ایک ہے، وہ یہ کہ پانی کے عشری یا خراجی ہونے پر اس زمین کے عشری یا خراجی ہونے کا مدار ہوگا۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے بھی کتاب الخراج میں پانی کے عشری یا خراجی ہونے پر مدار رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

أيما رجل أحيا أرضاً في أرض الموات من أرض الحجاز أو أرض العرب التي أسلم أهلها عليها وهي أرض عشر فهي لهُ ، وإن كانت من

(۱) الاموال لأبي عبيد: ۲۲۷

الأرضين التي افتتحها المسلمون ممّا في أيدي أهل الشرك ، فإن أحياها وساق إليها الماء من المياه التي كانت في أيدي أهل الشرك فهي أرض خراج ، وإن أحياها بغير ذلك الماء ببئرٍ احتفرها فيها أو عين استخرجها منها فهي أرض عشر ، وإن كان يستطيع أن يسوق الماء إليها من الأنهار التي كانت في أيدي الأعاجم فهي أرض خراج ساقهٗ أو لم يسقه . (۱)

علامہ ظفر احمد التھانویؒ ''اعلاء السنن'' میں مذکورہ بالا عبارت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" وبه تبين أن أبا يوسف لا يخالف محمداً في اعتبار الماء ، بل يوافقهٗ إذا لم تكن الأرض التي أحياها المحيي في حيز أرض الخراج أو العشر". (۲)

غرض یہ کہ امام محمدؒ وامام ابو یوسفؒ میں اختلاف صرف اس وقت میں ہے، جبکہ یہ آباد کردہ زمین عشری یا خراجی زمینوں کے قرب میں ہو، ورنہ دونوں حضرات کے نزدیک پانی کا اعتبار ہے کہ اگر وہ زمین خراجی پانی سے سینچی جاتی ہو تو وہ خراجی ہوگی اور اگر عشری پانی سے سینچی جاتی ہو تو عشری ہوگی۔

استثناء

یہاں تک جو عرض کیا گیا وہ اصل قاعدہ وضابطہ ہے جس سے خراجی وعشری زمینوں کا تعین کیا جا سکتا ہے، مگر اس قاعدے سے ہٹ کر بھی بعض فیصلے نبی کریم ﷺ وصحابہ سے منقول ہیں اور یہ بعض خصوصیات کی بنا پر ایک استثنائی صورت ہے ، اور اس کو اسی طرح قائم وباقی رکھنا ضروری ولازمی ہے ، ان استثنائی صورتوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱) کتاب الخراج لابی یوسف:۷۲ (۲) اعلاء السنن:۱۲/۳۹۰

(۱) اوپر معلوم ہوا کہ جس ملک کو جنگ وقتال کے بعد فتح کیا جائے اور اس کی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم نہ کیا جائے، بلکہ بدستور کفار ہی کی ملکیت میں رہنے دیا جائے تو ایسی زمینیں خراجی ہوں گی؛ مگر مکہ مکرمہ اس سے مستثنیٰ ہے؛ کیونکہ اس کو عنوۃً وقہراً فتح کیا گیا اور اس کی زمینیں کفار ہی کو دیدی گئیں مگر رسول اللہ ﷺ نے ان زمینوں کو خراجی قرار نہیں دیا، بلکہ اصل ضابطہ سے ہٹ کر ان پر عشر عائد کیا۔

امام ابو یوسفؒ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وأرض العرب مخالفة لأرض العجم من قِبَل أن العرب إنما يقاتلون على الإسلام ، لا تقبل منهم الجزية، ولا يقبل عنهم إلا الإسلام، فإن عفى لهم عن بلادهم فهي أرض عشر ، وإن قسمها الإمام ولم يدعها لهم فهي أرض عشر ـ وليس يشبه الحكم فی العرب الحكم فی العجم ؛ لأن العجم يقاتلون على الإسلام وعلى إعطاء الجزية ، والعرب لا يقاتلون إلاعلى الإسلام : فإما أن يسلموا وإما أن يقتلوا ـ ولا نعلم أن رسول اللّٰه ﷺ و لا أحداً من أصحابه ولا أحداً من الخلفاء من بعده أخذوا من عبدة الأوثان من العرب جزيةً ، إنما هو الإسلام أو القتل" .(۱)

(عرب کی زمین عجم کی زمین کے خلاف ہے اس لحاظ سے کہ عرب سے اسلام کی بنیاد پر جہاد کیا جاتا ہے اور ان سے جزیہ نہیں قبول کیا جاتا، اور اسلام کے سوا کچھ بھی ان سے نہیں قبول نہیں کیا جاتا، پس اگر ان کے شہران کو دیدئے جائیں تو بھی وہ عشری زمین ہے اور اگر امام نے ان زمینوں کو تقسیم کر دیا تو بھی وہ عشری زمینیں ہیں۔ عرب کے بارے میں حکم عجم کے بارے میں حکم کے مشابہ نہیں ہے، اس لئے کہ عجمیوں سے اسلام کی بیناد پر بھی قتال ہوتا ہے اور جزیہ دینے پر بھی ہوتا ہے، مگر عربوں سے صرف اسلام کی بنیاد پر قتال ہوتا ہے، پس وہ یا تو اسلام قبول

(۱) الخراج لابی یوسف:۷۲

کریں یانہیں توقتل کئے جائیں،اور ہم نہیں جانتے کہ اللہ کے رسول نے یاصحابہ اور بعد کے خلفاء میں سے کسی نے عرب کے بت پرستوں سے جزیہ لیاہو،ان سے تو بس یااسلام ہے یاقتل)

(۲)اسی طرح عرب کی کل زمین عشری قرار دی گئی خواہ وہ عنوۃً مفتوح ہوئی ہو یاصلحاً ،یہ عرب کی زمین کی خصوصیت ہے،امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں :وقد بلغنا أن رسول اللّٰہ ﷺ افتتح فتوحاً من الأرض العربية فوضع عليها العشر ولم يجعل على شيء منها خراجاً ، وكذلك قول أصحابنا فى تلك الأرضين .(۱)

(۳)اسی طرح بصرہ قہراًوعنوۃً فتح ہوا،اس کامقتضی تو یہ تھا کہ وہاں کی ان زمینوں کوجوکفارکودی گئیں،خراجی قرار دیا جاتا،مگر باجماع صحابہ بصرہ کی کل زمین کو عشری قرار دیا گیا،علامہ ابن نجیم مصریؒ ’’بنایہ‘‘ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

" فإن القياس وضع الخراج عليها (اى على البصرة) لكونها فُتِحَتْ عنوةً ، ومع ذلك لم يوظف رسول اللّٰہ ﷺ عليها الخراجَ تعظيماً لها ولأهلها ، فكما لا رقّ على العرب لا خراج على أراضيهم .(۲)

الغرض بعض علاقوں کی خصوصیات کی وجہ سے اصل ضابطہ سے ان کومستثنیٰ رکھا گیااوران کو ہمیشہ اسی طرح باقی رکھنالازم ہے۔

فقط

حررہ العبد محمد شعیب اللہ عفی عنہ

مدرسہ مسیح العلوم بنگلور

(۱) الخراج لابی یوسفؒ:۶۴ (۲) بحرالرائق:۵/۱۰۷